ص 63

ساتوں کنوئیں زر سرخ سے بھرے ہوئے دکھا دئیے اور ہاتھ باندھ کر عرض کی کہ اہل کاروں کو حکم ہو جو اس مال و اسباب کو چھکڑوں پر لدوا کر خزانہ بادشاہی میں داخل کریں ۔ بادشاہ نے وزیروں سے کہا کہ تم ابھی اس مال کو خزانہ عامرہ میں یہاں سے اٹھوا کر بھجوا دو .

وہ متصدیوں سمیت کنویں پر گئے ۔ کیا دیکھتے ہیں کہ زر سرخ سے مالا مال ہیں - جوں چاہا کہ اس کو نکال کر لاویں ، وہیں وہ زر سانپ بچھو کی صورت ہو گیا !

وہ اس واردات سے ڈر کر بادشاہ کے پاس گئے اور اس احوال کو ظاہر کیا۔ بادشاہ حیران ہوا اور حسن بانو کے چہرے کا رنگ زرد ہو گیا ۔ تب حضرت نے فرمایا کہ اے فرزند ! کچھ اندیشہ مت کر۔ یہ مال و اسباب حق تعالی نے تیری ہی قسمت میں لکھا ، تو مختار ہے؛ دوسرا اس کونہ لے سکے گا ۔

وہ تسلی آمیز باتون سے خوش ہوئی اور آداب بجا لا کر عرض کرنے لگی کہ اگر حکم ہو تو یہ لونڈی اس دولت بے قیاس کو راہ خدا میں تصرف کرے۔

بادشاہ نے پروانگی دی اور اُس سے رخصت ہو کر دولت خانے تشریف لے گئے ؛ تھوڑے لوگ سپاہ کے اس کی حفاظت کے واسطے وہاں چھوڑے۔

اُس نے اُسی روز سے ایک مسافر خانہ عالی شان بنوایا ۔ ہر ایک مسافر کو کھانا ، کپڑا، نقد جنس دیتی اور رخصت

نسخہ بمبئ ۱۸۴۵ء میں ' بنوا کر' اور نسخہء مکتوبہ (ص ۳۰) میں 'بنوا' ہے -

ص64

کرتی ۔ چنانچہ جو کوئی کہیں کا ارادہ کر کے اس کے شہر میں آتا تھا، یہ اس کو موافق اس کی قدر کے خرچ دے کر رخصت کر دیتی تھی۔

کتنے دنوں میں مسافروں نے یہ چلن اور وصف اُس کا ملک ملک، گاؤں گاؤں مشہور کیا کہ ایک نئے شہر میں ایسی ایک لڑکی پیدا ہوئی ہے اور سخاوت اور مروت اس قدر رکھتی ہے کہ ہر ایک خدا کے بندے کا سر اپنے بار احسان سے جھکا
دیتی ہے اور اپنی شیریں سخنی سے ہر ایک بشر کو غلام کر لیتی ہے ۔ حق تو یہ ہے که نہ ایسی سنی ہے ، نہ دیکھی - اور نوکر بھی اُس کے امانت دار اور دیانت دار ہیں کہ ہر ایک محتاج غریب کو روپے اور اشرفیوں سے نہال کر دیتے ہیں - نام اس کا اس زمانے میں سخاوت اور رحم کے باعث چاند اور سورج سے بھی زیادہ روشن ہے ۔
یہ خبر رفتہ رفتہ شہر خارزم میں پہنچی - وہاں کا بادشاہ بھی لشکر عظیم اور ملک وسیع رکھتا تھا ۔ ایک بیٹا اُس کا منیر شامی نام چودہ پندرہ برس کا نہایت حسین و خوب صورت تھا ۔ اتفاقاً آواز، حسن بانو کی سخاوت اور خوب صورتی کا اُس لڑکے نے سنا ۔ سنتے ہی عاشق ہو گیا اور ایک مصور کو بلوا کر کہا کہ میں اس قدرروپے تجھے دینا ہوں - تو شاہ آباد میں جا اور حسن بانو کی تصویر جس طرح بنے اُس ڈھب سے کھینچ لا۔

وہ کئی مہینے کا وعدہ کرکے اُس سے رخصت ہوا اور قریب شاہ آباد کے جا پہنچا ۔ کتنے ایک نو کر حسن بانو کے

(اور' - (نسخہء مکتوبہ ص ۳۰' -۱

روشن '- نسخہ مکتوبہ (۳۱) میں ہے۔' -۲

ص65

اسی کام کے واسطے مقرر تھے کہ وے ہر ایک مسافر کو اپنے اپنے مکان پر لے جاتے اور اچھے اچھے کھانے کھلاتے ۔ جب اُس کو رخصت کرنے لگتے، تب اس کے پاس لے آتے تھے ۔ وہ اُس کا احوال پوچھتی تھی اور خرچ موافق اس کے حال کے دے کر رخصت کرتی۔ اسی صورت سے وہ لوگ اس کو بھی حسن بانو کے پاس لے گئے ۔
تب اس نے ایک پردہ ڈال کر اس کو اپنے پاس بلوایا اور کچھ احوال پوچھا ۔ اس نے عرض کی کہ میں اُمید وار اس بات کا ہوں کہ یہ باقی عمر اپنی آپ کے سایہء دولت میں بسر کروں۔ اُس نے کہا کہ تو کیا کام جاتا ہے اور کیا ہنر رکھتا ہے ؟

- وہ بولا کہ میں مصوری کا کام ایسا جانتا ہوں ، جس کی تصور چاہوں ، پس پردہ کھینچوں
اس بات کو سن کر اُس نے نوکر رکھا. بعد تھوڑے دنوں کے جی میں یہ خیال گزرا کہ اپنی
تصویر کھنچوائیے اور اس کو دیکھیے ، اُس کا جھوٹ سچ معلوم ہو جائے گا۔ ایک دن اُس کو
- بلوایا اور کہا "اے مصور ! میری تصویر بے دیکھے کینھچ
اُس نے کہا کہ آپ کوٹھے پر چڑھیں اور ایک لگن پانی سے بھروا کر زیر دیوار رکھوا دیں -
- میں پانی میں سے ذرا عکس دیکھ لوں تو تمھاری تصویر ہوبہو کھینچوں

“اس نے فرمایا ”ایک طشت پانی سے بھر کر جلد دیوار کے تلے رکھ دو ۔
نوکروں نے وہي کیا. تب وہ اُوپر گئی اور پرچھائیں اُس

ص 66

کی اُس میں پڑی - مصور نے ایک نظر پانی میں اس کی شبیہہ دیکھ لی اور اپنے گھر آ کر دو تصویریں کھینچیں - جو تصویر کہ تصویر تھی سو تو اُس نے اپنے پاس رکھی اور ایسی ویسی حسن بانو کو حوالے کی۔ اُس نے اس کو بھی پسند کر کے لے لیا اور انعام دے کر رخصت کیا۔
مصور تھوڑے دنوں میں منیر شامی کے پاس جا پہنچا اور وہ تصویر اُس کو دکھلا کر اُمید وار انعام کا ہوا۔

وہ اُس کو دیکھتے ہی غش ہو گیا ۔ جب ہوش میں آیا تب آہیں سرد دل پُر درد سے کھینچنے لگا۔ ندان یہ بات جی میں ٹھہرائی کہ بہتریہی ہے اب نکل چلیے ، گو مرضی ماں باپ کی نہیں۔

آخر کار آدھی رات کو فقیروں کا سا احوال بنا کر اپنے گھر سے تنہا نکلا اور شاہ آباد کی طرف راہی ہوا۔

بعد ایک مدت کے آفتیں کھینچتا اور مصیبتیں اٹھاتا اُس شہر میں جا پہنچا ، پر کچھ نہ کھایا - خبرداروں نے یہ خبر حسن بانو کو پہنچائی کہ ایک مسافر اس شہر میں ایسا آیا ہے کہ وہ نہ کچھ کھاتا ہے اور نہ کسی سے کچھ بات کرتا ہے ۔ حسن بانو نے اُس کو اپنے پاس بلوا لیا

اور کہا ”اے مسافر شہر غریب ! تو نے کھانا پینا کیوں چھوڑا اور اس قدر زر نقد کیوں نہ لیا “؟ اگر لے لیتا وہ پیسا کہیں نہ کہیں تیرے کام ہی آ رہتا - بھلا کچھ تو ہم سے لے -
اُس نے کہا کہ زر و جواہر کا محتاج ہو کر کچھ نہیں آیا ہوں - میں بھی بہت سی دولت و ہمت رکھتا ہوں بلکہ

(۔ حشمت ۔ (نسخہء مکتوبہ ص ۱۳۳

ص67

- شہزادہ شہر خارزم کا ہوں
“اُس نے کہا اگر” اگر تو شہ زادہ ہے تو فقیروں جیسا حال کیوں بنایا ہے؟
بولا کہ میں تیری تصویر کو دیکھ کر دیوانہ ہوا ، اپنی شہ زادگی کو خاک میں ملاکر شہر سے نکلا ، خاک چھانتا یہاں تک آ پہنچا ۔ فقط آرزوئے وصال رکھتا ہوں . جو بات تھی سو کہی ، آگے مرضی تیری ، جو چاہے سو کر۔
اس بات کے سنتے ہی اس نے تامل سے سر نیچے کر لیا ۔ بعد ایک دم کے کہا ” اے جوان ! اس خیال کو اپنے دل سے دور کر کیوی کہ اگر خاک ہو کر ہوا کے ساتھ تو اُڑتا پھر گا تو بھی میرے ایک رونگٹے تک نہ پہنچے گا ، منہ دیکھیے کا تو کیا ذکر ہے . مگر وہ شخص جو میری یہ ساتوں شرطیں پوری کرے -
تب شہ زادہ بولا کہ میں تیرے دروازے پر اپنی جان دوں گا۔

وہ مسکرائی اور بولی که جان دینا آسان ہے پر دیکھنا میرا مشکل۔
تب اُس نے کہا " تم کو اپنی جان عزیز کی قسم ہے! وے سوال کون سے ہیں؟ مجھ سے کہو ۔“
تب حسن بانو بولی”پہلا سوال تو یہ ہے کہ ایک بار میں نے دیکھا اور دوسری دفعہ کی ہوس “ہے ؟ اس کا جواب دے -
اُس نے کہا کہ وہ کہاں ہے اور کب سے یہ سخن کہتا ہے۔

ص 68

یہ بات سن کروہ ہنسی اور کہنے لگی کہ کیا خوب! اگر میں جانتی تو تجھ سے کیوں پوچھتی
۔
شہ زادہ اس بات کو سن کر اپنے گریبان میں سر ڈال کر رہ گیا اور جی میں کہنے لگا ”اب
کیا کروں ، بن دیکھے ہوئے
مکان کی طرف کیوں کر جاؤں ۔“ تب حسن بانو بولی ” اے عزیز! اگر یہی اندیشہ ہے تو
“میرے دیکھنے کے خیال کو دل سے اٹھا دے اور جہاں چاہے وہاں چلا جا ۔

پھر اُس نے کہا ” اے سراپا ناز! میرے حق میں تیرے شہر کا رہنا اچھا ہے اور یہیں کے
کوچوں کا مرنا مبارک ہے ۔
یہ سن کر اُس نے کہا ”ہم ایسے یاوہ گو کو اپنے شہر میں رہنے نہیں دیتے۔ اگر آپ سے جاتا
ہے تو جا نہیں تو بے حرمت ہو کر نکلے گا ۔
شہ زادہ اس گفتگو سے مایوس ہوا اور ایک برس کا اُس
نے وعدہ کر، چلنے کا قصد کیا ۔
تب سوداگر بچی نے جانا کہ یہ اپنا نقد دل یہاں کھو چکا ہے ۔ تھوڑے بہت روپے خرچ راہ
“- دئیے اور نام پوچھا ۔ اُس نے کہا "منیر شامی
ندان روتا پیٹتا سر بہ صحرا ہوا. کسی جنگل میں جا کرکبھو ہنس دیتا ، کسی پہاڑ سے سر
ٹکرا کر کبھو رو دیتا پر قدم برہائے ہی جاتا تھا۔
اور بھی اُس فتنہ انگیز کے یہاں اسی صورت سے کتنے ہی

۔ 'اور' نسخہء مکتوبہ (ص ۳۴) میں نہیں ہے۔۱

- (۔ یا وہ گوئں - (نسخہء مکتوبہ ص ۲۳۵

کہنا تھا کہ اگر اس وقت وہ چور میرے پاس ہوتے تو یہ مال متاع میں ان کو بخش دیتا کہ پھر
وہ محتاج نہ رہتے اور بندگان خدا کو ایذا نہ دیتے ۔

حاصل کلام اُس نے ایک جوڑا کپڑے کا اچھا سا اُس میں سے پہنا اور تھوڑا سا زر و جواہر اپنی جیب میں ڈال کر اُن چوروں کی تلاش میں روانہ ہوا اور دعائیں مانگتا تھا کہ الٰہی! اُس بڑھیا کو پھر مجھ سے ملا۔

تھوڑی ہی دور پہنچا ہوگا کہ وہ بڑھیا برسر راہ بہ حال تباہ ، فقیروں کی سی صورت بنائے بیٹھی سوال کر رہی تھی کہ جانے والے بابا کچھ خیر کیے جا۔

یہ اس کو دیکھتے ہی دوڑا اور خوش ہو کر مثل گل کے کھل گیا اور مٹھی بھر روپے اشرفیاں جیب سے نکال کر اس کو دیے۱ اور اپنا قدم آگے رکھا۔ اُس نے وہ روپے لے لیے اور پھر اُسی صورت سے با آواز بلند کہا کہ " یکے دکے بٹو ہی کا راہ باٹ میں خدا نگہبان ہے" -

اس آواز کو سن کر وے ہی ساتوں پھانسی گر پھر کسے کسائے ادھر اُدھر سے نکلے اور اس سے ملاقات کر کے کہنے لگے کہ اے جوان! تو کہاں جاتا ہے ؟

اُس نے ان کو پہچان کر کہا "اے عزیزو! میں تم سے ایک عرض رکھتا ہوں ، اگر تم قبول کرو تو کہوں ؟

"انھوں نے کہا " کیا کہتے ہو فرماؤ -
حاتم نے کہا " اگر تم سب توبہ کرو اور مردم آزاری

- " نسخہء مکتوبہ (صفحہ ۱۱۱)" دیں -۱

سے ہاتھ اٹھاؤ تو میں اس قدر زر و جواہر دوں کہ وہ تمھاری سات پیڑھی تک کام آوے۔

اُنھوں نے کہا کہ ہم تو پیٹ ہی کے واسطے اپنے اوپر عذاب لیتے ہیں ۔ اگر اتنا مال و اسباب پاویں تو پھر کیا دیوانے ہیں جو ایسی حرکت کریں بلکہ آج کی تاریخ سے عہد کرتے ہیں کہ جس کام سے خدا راضی نہ ہو، سو تمام عمر نہ کریں -

حاتم نے کہا کہ تم خدا کی طرف متوجہ ہو کر قول دو اور قسم بہ دل کھاؤ تو میں اتنا گنج و مال تمھیں دوں کہ نہال ہو جاؤ۔ یہ بات سن کر انھوں نے عرض کی کہ پہلے ہمیں دکھلا دو تو ہم توبہ کریں ۔

حاتم ان کا ہاتھ پکڑ کر اس کوئیں پر لے آیا اور اُس زر بے شمار کو دکھلا کر کہنے لگا کہ اب اسے لو اور اپنے وعدے کو وفا کرو۔

وے اس کو دیکھتے ہی نہایت خوش ہوئے اور ہاتھ باندھ کر یہ بات کہنے لگے کہ اب جو کہو سو کر یں ۔

حاتم نے کہا" تم سب اس طرح قسم کھاؤ کہ خدا دانا اور بینا ہے اورہر ایک کا احوال جانتا ہے ۔ اگر آج سے ہم کسی کا مال چراویں یا کسی پنچھی پردیسی کو ستاویں تو خدا کے غضب - میں گرفتار ہوویں

انھوں نے اسی طور سے قسم کھائی اور چوری سے توبہ کی ۔
حاتم نے وہ زر و جواہر سب اُن کو بخشا اور راہ راست دکھلا کر جنگل کا رستہ لیا کہ ایک کتا جیب نکالے سامنے سے دکھلائی دیا ۔ اُس نے معلوم کیا کہ شاید اس صحرا میں کوئی

ص143

کاروان اُترا ہے اور یہ کتا اُسی قافلے کا ہے۔
جب وہ اس کے پاس آیا تب حاتم نے اس کو اپنی گود میں اُٹھا لیا اور پانی اس کے واسطے ادھر اُدھر ڈھونڈھنے لگا اور جی میں کہتا تھا کہ اس جنگل میں کوئی چشمہ ملے تو میں اس پیاسے کو خوب سا پانی پلاؤں ۔
اتنے میں ایک گاؤں دکھلائی دیا ۔ حاتم اس کی طرف روانہ ہوا۔ وہاں کے لوگ گیہوں کی روٹیاں اور مٹھا مسافروں کو دیتے تھے ، حاتم کے بھی آگے لے آئے ۔ اس نے وے روٹیاں اور چھاچھ لے کر کتے کے آگے رکھ دی ۔ کتے نے پیٹ بھر کر کھایا اور ا حاتم اس کی طرف دیکھ کر کہتا تھا ، کیا خوش ترکیب اور کیا خوب صورت کتا ہے اور وہ اُس کے سامنے بیٹھا ہوا شکر خدا کر رہا تھا ۔

اتنے میں حاتم شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا اور دل میں خدا کو یاد کرکے یوں کہنے ۲ کہ یہ تیری ہی قدرت
ہے کہ اٹھارہ ہزار عالم کو تو نے پیدا کیا اور ایک کی صورت سے دوسرے کی شکل کو ملنے نہ دیا ۔ اتنے میں ایک سخت سی چیز شاخ کی مانند اس کے ہاتھ میں لگی ۔ جب غور کرکے دیکھا تو ایک میخ آہنی نظر پڑی - ووں ہی وہ میخ اُس کے سر سے نکال لی. وہ کتا ایک جوان خوش رو کی صورت ہو گیا ۔

حاتم متعجب ہو کر کہنے لگا کہ اے بندہء خدا ! یہ کیا بھید ہے اور تو کون ہے کہ پہلے تیری صورت حیوان کی تھی

ا - نسخہء مطبوعہ بمبئ (ص ۸۴) ”پھر“ - نسخہء مکتوبہ (ص ۱۱۴) - نسخہء مکتوبہ (ص ۱۱۴)” کہے“

ص144

اور اُس میخ کے نکالتے ہی تو انسان ہو گیا ؟
اُس نے دیکھا کہ اس شخص نے مجھ پر احسان کیا ، اس سے اپنا احوال نہ چھپانا چاہیے ۔ اس بات کو سوچ کر اس کے پاؤں پر گر پڑا اور کہنے لگا "اے مرد بزرگ ! میں بنی آدم ہوں ، تیری دست گری سے اپنی اصلی صورت پر آیا ۔“
حاتم نے کہا " یہ کیا سبب تھا کہ تیری صورت کتے کی بن گئی تھی ؟؟“
جوان نے کہا ” میں ایک سوداگر کا بیٹا ہوں - باپ میرا بہت سا مال و اسباب لے کر چین میں گیا تھا ۔ وہاں سے کچھ ۱ مول لے کر خطا میں آیا اور اس کی فروخت سے بہت سا نفع اُٹھایا اور میرے تئیں بڑی دھوم سے بیاہ دیا ۔ کتنے روز جیا ، پھر شربت اجل پی کر مر گیا ۔ مال و اسباب ، زر و جواہر میرے ہاتھ لگا۔ میں ایک مدت تک اس کو بیچ بیچ کر عیش و عشرت کرتا رہا ۔ جب وہ کم ہونے پر آیا ، تب میں خطا کا مال خرید کر کے شہر چین میں گیا اور خرید و فروخت کر کے پھر اپنے شہر کو روانہ ہوا۔ جب تک میں آؤں ، وہ عورت بد ذات جو باپ نے بیاہ دی تھی، پیچھے ایک غلام حبشی سے پچی ہوگئ ۲ تھی اور یہ میخ لوہے کی جادوگروں سے پڑھوا کر اپنے پاس رکھ چھوڑی تھی ۔ جب میں گھر میں آپہنچا اور ایک دن غافل سوگیا ، اس نے فرصت پا کر یہ میخ میرے سر میں ٹھونک دی ۔ میں اُس کے لگتے ہی کتا ہو گیا ۔ اُس نے اُسی گھڑی دھتکار کر نکال دیا ۔ میں کان پھٹپٹھاتا ہوا بازار میں آیا ۔ وہاں کے کتے

ا- نسخہء مکتوبہ (ص ۱۱۵) میں " کچھ " نہیں ہے -
نسخیء مکتوبہ (ص ۱۱۵) میں " پچی ہو گئ " اور نسخہء بمبئی (ص۵۸) میں " بجھے - ۲ تھی"

ص145

اجنبی جان کر بھونکنے لگے اور کتنے ہی دوڑے۔ اُن کی د ہشت سے آج تیسرا دن ہے کہ میں شہر چھوڑ کر اس جنگل میں بھوکا پیاسا پڑا پھرتا تھا ۔ آگے کیا کہوں ، بارے آج خدا نے اپنے فضل و کرم سے تجھے اس مکان پر بھیجا جو تو نے کھانا کھلایا ، پانی پلایا ، آدمی بنایا ۔
حاتم اس بات کے سنتے ہی سر بہ زانو ہوا اور کہنے لگا کہ اے عزیز! تیرا گھر کس شہر میں ہے ؟
اسن نے کہا کہ اس جنگل سے تین روز کی راہ پر اور اس کو شہر سورت کہتے ہیں ۔
حاتم نے کہا کہ اس شہر میں تو حارث ۱ سوداگر بھی رہتا ہے اور اس کی بیٹی تین سوال رکھتی ہے ۔ اُسی ۲ لڑکی نے مجھے اس بات کی خبر کو بھیجا ہے کہ " نہ کیا وہ کام میں نے جو آج کی رات کام آتا میرے ۔"
- اُس نے کہا کہ صاحب ! یہ بات سچ ہے اور میں بھی اُسی شہرکا رہنے والا ہوں
پھر حاتم نے کہا کہ اے بندہ خدا ! تو اس میخ کو اپنے پاس رہنے دے. اگر تیرا جی بدلا لینے کو چاہے گا تو فرصت پا کر اپنی جورو کے سر میں گاڑ دینا ، وہ کتیا ھوجائے گی ۔
اسی ڈھب کی باتیں کرتے ہوئے وہ دونوں وہاں سے
چل نکلے۔
تین روز کے عرصے میں اُس شہر میں داخل ہوئے اور

(- "حارس" نسخہء مکتوبہ (ص ۱۱۶) " حارث" نسخہء مطبوعہ بمبئی (ص ۱۱۱۶
" ۔ نسخہء مکتوبہ (ص ۱۱۶) " اُس لڑکی نے اس بات۲

ص 161

"اُس نے کہا " جی کی امان پاؤں تو اُس کا احوال عرض کروں ؟

“بادشاہ نے فرمایا ” کیا کہتا ہے، جلد کہہ ، نہیں تو جیتا نہ چھوروں گا ۔

وہ ہاتھ باندھ کر کہنے لگا " خداوند! ہم سب کے سب اُس کو فلانے مقام تک بہ احیتاط تمام لائے تھے ۔ اتفاقاً رات کو غافل سو گئے ، کوئی اس کو چرا کر لے گیا ۔ وہ آپ سے نہیں گیا کیوں که وہ آپ ۱ کمال اشتیاق ملازمت کا رکھتا تھا ۔ غلاموں کو اس بات کا بڑا اچنبھا ہے ۔ لیکن جو صبح کوہم نے اُسے ۲ نہ دیکھا ، اس واسطے آپ کے خوف و غضب سے بھاگ کر “جا بجا چھپ رہے ، پر راتوں کو ڈھونڈھا کرتے تھے ۔

اس حقیقت کو سن کر بادشاہ نے اس کو قید کیا اور پا نچ ہزار پری زاد کو بلوا کر کہا کہ تم اس کو جہاں پاؤ وہاں سے لے آؤ ۔

غرض وے اس بات کے سنتے ہی ہر طرف اس کی تلاش کو گئے ۔

قضارا ایک پری زاد کا گزر منسا پری زاد کے باغ میں ہوا - وہ ایک گوشے میں چھپ رہا . اتنے میں حسنا بری حاتم کے گلے میں بانہیں ڈالے ، اٹھکھیلیاں کرتی اُس کو نظر آئی ۔ جاسوس کونے سے نکلا اور آدمی کو پہچان کر کہنے لگا کہ اے نمک حرامو ! اس آدمی کو بادشاہ نے طلب کیا تھا اور ہم

نسخه مکتوبه (ص ۱۳۳) میں ” آپ کی ملاقات کا کمال اشتیاق رکھتا تھا“ ہے۔ ۲۔نسخه - ۱ “مکتوبه (ص ۱۳۳) میں ” اُس کو

ص162

بہ حفاظت تمام لیے جاتے تھے ۔ ہم کو غافل پا کر تم اُسے اڑا لائے ہو ۔ اگر اب بھی اپنی - زندگی چاہتے ہو تو ہمارے حوالے کرو کہ اس کو بادشاہ کے پاس لے جاویں

حسنا پری اس بات کے سنتے ہی آگ ہو گئی اور کہنے لگی " اے نا محرم جوانا مرگ !
تو میرے باغ میں کیوں آیا ہے اور کس واسطے زبان درازی کرتا ہے ۔ کیا کوئی نہیں ہے کہ اس موئے ناشدنی کو مارے ؟"

یہ سنتے ہی سب پریاں اُس پر دوڑیاں ۔ وہ مارے ڈر کے اپنے شہر کی طرف بھاگا اور اپنا منہ کالا کر کے بارگاہ عالی میں فریادی ہوا۔

بادشاہ نے اپنے لوگوں سے کہا " دیکھو تو اس پری زاد کو کس نے دکھ دیا ہے اور اُسے آگے لاؤ ۔"
جب وہ قریب تخت کے پہنچا ، تب ہاتھ باندھ کر عرض
کرنے لگا کہ خداوند ! میں حسنا پری منسا پری زاد کی بیٹی کے ظلم سے فریاد کرتا ہوں اور میں اُسی گروہ میں سے ہوں جو اُس آدمی زاد کو حضور عالی میں لاتا تھا ۔ رات کے وقت وہ چرا کر اپنے باغ میں لے گی ۔ اب اُس سے عیش مناتی ہے اور مزے اڑاتی ہے. اتفاقاً میں ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے ایک دن جو اُس کے باغ میں جا نکلا تو اُس آدمی زاد کو دیکھا ، ووں ہیں میں نے شور مچایا کہ اس آدمی کو بادشاہ نے طلب کیا تھا ، جلد میرے حوالے کرو کہ حضور میں پہنچاؤں ۔ وہ شراب کے نشے میں چور ہو رہی تھی ، اپنی پرپوں سے کہنے لگی کہ اس کو پکڑ کر خوب مارو ، میں ہزار تگ و دو سے بھاگ نکلا اور سایہء دولت میں آ پہنچا ۔

بادشاہ اس بات کا سنتے ہی آگ ہو گیا اور تیس ہزار پری زاد کو حکم کیا کہ منسا پری زاد کو اس کی جورو ، بیٹی اور اس آدمی سمیت باندھ کر حضور میں ۲ حاضر کرو۔

وے سب کے سب وہیں دوڑ پڑے اور اُس کی حویلی کو گھیر لیا ۔ وہ بے چارہ اس بات کی خبر نہ رکھتا تھا ، متفکر ہو کر حیران رہ گیا کہ اس اعتراضی کا سبب کیا ہے!

اُنہوں نے کہا کہ تیری بیٹی ایک بادشاہ کے قیدی کو اڑا لائی ہے اور اُس کے ساتھ اپنے باغ میں عیش کرتی ہے ۔

اس واردات کو سن کر وہ ڈر گیا اور اُس باغ میں آیا تو کیا دیکھتا ہے کہ واقعی حسنا پری اُس آدمی زاد کے ساتھ رنگ رلیاں کر رہی ہے۔

یہ حال دیکھتے ہی بد حواس ہو کر ایک دو ہتر ماری اور کہا کہ اے علامہ ! کیا قہر کیا تو نے کہ ماں باپ کا نام ڈبوبا - بادشاہ کی فوج تیرے پکڑنے کو آئی ہے ، خبر دار ہو ۔

وہ اس بات کے سنتے ہی ڈری اور تھر تھرانے لگی، چھرہ زرد ہو گیا، آنسو بھر آئے۔ اتنے میں فوج بادشاہی آپہنچی اور اُن سبھوں کو گرفتار کر کے حضور عالی ۳ میں لے گئی ۔

سردار فوج حضور میں آیا اور عرض کرنے لگا کہ جہاں پناہ ! منسا پری زاد نے ہرگز حضور کے آنے میں عذر نہ کیا بلکہ اپنی آل و اولاد سمیت ہاتھ باندھے بلا تامل چلا آیا ۔

بادشاہ نے کہا کہ منسا پری زاد کو حضور میں لے آؤ ۔

”ـــــــــــــــ ۱ - نسخہ مکتوبہ (ص ۱۳۴) ”کو

“نسخہ مکتوبہ (ص ۱۳۵) ”جلد -۲

“۳- نسخہ مکتوبہ (ص ۱۳۵) ”اعلی

اس نے آتےہی عرض کی کہ بندے کو اس احوال کی مطلق خبر نہ تھی اور ہر طرح سے یہ فدوی فرماں بردار ہے. بادشاہ نے رحم کھا کر اس کا گناہ بخشا ۔ جب اُن لوگوں نے حاتم کو بھی اس کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا ۔

بادشاہ نے دیکھا کہ نہایت شکیل اور حسین ہے . مہربانی سے بلا کر اپنے پاس بٹھلایا اور کچھ باتیں کر کے پوچھا کہ جوان! تو آدم زاد ہو کر میرے شہر کیوں کر آیا اور کام ١ ایسا کیا رکھتا ہے کہ جس کے واسطے اتنا رنج اُٹھایا ؟

حاتم نے کہا "جہاں پناہ ! میں حضور کی قدم بوسی کے واسطے آیا ہوں ، کیوں کہ فرو قاش بادشاہ نے اوصاف حمیدہ خداوند کے یہاں تک بیان کیے کہ میری زبان قاصر ہے جو اُن کا اظہار کروں ۔ غرض اشتیاق دیدارہمایوں کا دل پر غالب آیا - ہر طرح سے میں نے اپنے تئیں حضور اقدس میں پہنچایا ۔"

تب بادشاہ نے کہا کہہ ہمارے عمل میں تجھے کون لایا ؟ وہ بولا که فروقاش بادشاہ کے دیو مجھے لے آئے ہیں ۔

پھر بادشاہ نے کہا " اے جوان ! کچھ تجھے معلوم ہے کہ اس زمانے میں کوئی حکیم انسانوں میں دانا تر اور فن حکمت سے ماہر ہے؟"

حاتم نے کہا " خداوند کو حکیم سے کیا کام ہے ؟ شاید ٢ آپ کے ملک میں حکیم نہیں ملتا ۔"

---

١ ۔ نسخه مکتوبہ (می ١٣٦) " اور ایسا کیا کام رکھتا ہے "

2 ۔ نسخہء مکتوبہ (١٣٦) " مگر "

بادشاہ نے کہا " ہماری قوم کے حکیم سے کچھ فائدہ نہیں ہوتا ، میں نے بہت علاج کر دیکھا ۔ ایک مدت سے میرے بیٹے کی آنکھیں دکھتی ہیں اور حسن میں بے نظیر ، مانند بدر منیر کے ہے اور سوائے اس کے میرے کوئی لڑکا بالا نہیں ۔ حیف ہے کہ وہ بھی اندھا ہوگیا اور کسی طرح درد سے بھی ۱ فرصت نہیں پاتا ۔"

حاتم بولا " اگر شاہ زادہ اچھا ہو اور آنکھیں روشن ہوں ، درد جاتا رہے تو حضور عالی سے بہ طور انعام کے مجھے کیا ملے ۲ ؟

" بادشاہ نے کہا "جو تو مانگے گا و ہی پاوے گا۔

حاتم نے کہا " اگر اس بات پر قول و قسم کرو تو میں شاہ زادے کی ایسی دوا کروں کہ آنکھیں اس کی جیسی تھیں ویسی ہی روشن ہو جائیں ، تو اس وقت منہ مانگا انعام پاؤں ۔"

بادشاہ نے کہا " میں نے قبول کیا ۔"

صبح کو اُس نے وہ مہرہ پگڑی سے نکال کر آب دہن میں گھس کر اُس کی آنکھوں میں لگا دیا ۔ شام کے ہوتے ہوتے سرخی جاتی رہی ، درد موقوف ہوا مگر بینائی ۳ نہ ہوئی ۔ بادشاہ نے کہا "اے جوان ! ظاھرا آنکھیں اس کی آگے سے اچھی ہیں لیکن بصارت چندان خوب نہیں ہوئی ۔"

تب حاتم نے کہا " پردہء ظلمات میں ایک درخت ہے. اس کو نور ریز کھتے ہیں ۔ اگر دو تین قطرے اُس کے پانی کے ہاتھ لگیں تو آنکھیں اس کی روشن ہو جائیں ۔"

اس بات کے سنتے ہی ماہ پری بادشاہ نے کہا "اے پری زادو !

- نسخہ مکتوبہ (ص136) ” بھی “ نہیں ۔۱

“۔نسخہ مکتوبہ (ص ۱۳۷) ”ملے گا ۔۲

“۔ نسخہ مکتوبہ (ص ۱۳۷) ”بینا نہ ہوئی۔۳